رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عللہ (۳) ہندوستان سے باہر نے (۴) ... والوں سے ... (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ...

نمبر ۲۹ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ | جلد ۹

فہرست مضامین

خاص رعایت } صفحہ اول
حد ہے ـ
... اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۳-۲
... اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۴-۳
... اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ تا ۶
... اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ تا ۷
صفحہ ۸
صفحہ ۱۲

۳۱ اگست ۱۹۰۵ء تک خاص رعایت

کارخانہ الحکم کی بعض جدید الطبع کتابوں کے لئے جگہ نکالنے کیواسطے ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء تک مندرجہ ذیل کتابوں میں خاص رعایت کیجاتی ہے یاد رکھئے ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء کے بعد یہہ رعایت جاری نہ رہیگی۔ اس اثنا میں خصوصاً گذشتہ سالوں کے بعض فائل خریدنے میں آپ کو بہت بڑا فائدہ رہیگا کیونکہ گذشتہ سالوں کے فائل ہمیشہ دو چند قیمت پر دئے جاتے ہیں۔

۱۹۰۱ء کا فائل الحکم صہ صرف ۵۰ درخواستوں کی تعمیل ہوگی۔
۱۹۰۲ء ″ صہ ″

ازالہ اوہام ہر دو جلد عصر ″
آسمانی فیصلہ ۲ر
مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا شر
رد شیعہ و خط نسخ ...ر
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۱ر صرف ۲۵ درخواستوں کی تعمیل ہوگی
ست بچن و آریہ دھرم ۱۰ر
تفسیر سورہ بقرہ عہ صرف سو درخواستوں کی تعمیل ہوگی۔
وحدت وجود پر خط اور تقریر نماز ۱ر
برہان الحق ۲ر
النصح ۱ر
سلک مروارید حصہ اول ۴ر صرف سو درخواستوں کی تعمیل ہوگی۔
اصلاح النظر ۲ر صرف بیس درخواستوں کی تعمیل ہوگی۔
الانذار ۲ر صرف ۸ درخواستوں کی ″
رپورٹ جلسہ سالانہ ۸ر صرف پچاس درخواستوں کی تعمیل ہوگی۔
اربعین ہر چہار نمبر ۳ر

نوٹ

درخواستوں کی تعمیل بذریعہ وی پی ہوگی۔ اور تمام درخواستیں دفتر الحکم کے نام آنی چاہئیں

اس سستی کی بھی حد ہے؟

مجھے نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جب کوئی مفید تحریک قوم میں کیجاتی ہے تو بہ استثنائے بعض اکثر اسپر عملدرآمد کرنے کو آمادہ نہیں پائے جاتے یا کم از کم حد درجہ کی سستی دکھاتے ہیں۔ حالانکہ ہر جدید فرقہ یا قوم اپنے ابتدائی ایام میں نہایت سرگرم ہوتا ہے جبکہ سرگرمی کے دنوں میں یہہ حال ہے تو پھر آیندہ کے لئے تو خدا ہی حافظ ہے۔ پہلا شیرازہ قوم کے متعلق جو فردیں شائع کی گئی تہیں انکی خانہ پری بھی کوئی ناقابل برداشت محنت اور تکلیف کا موجب نہ تھی جو ابھی تک وہ مکمل ہو کر پوری نہیں آسکیں + جن احباب کی نسبت حسن ظن کے طور پر ظاہر کیا گیا تہا کہ وہ اپنے اپنے ضلع کی فردیں مکمل کرکے بہیجیں ان میں سے بین چار کے سوا کسی اور نے اپنے ضلع کی فرد تو کجا اپنے شہر بلکہ اپنی اور اپنے خاندان کی بہی خانہ پری کرکے نہیں بہیجی۔ ہماری یہ سرگرمی اور ہوشیاری کیا آیندہ کیلئے یادگار رہیگی اور مفید اور موثر ہوگی؟ میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ کن راہوں سے اس اہمیت کو جماعت کے گوش گذار کروں۔ شیرازہ قوم کی تحریک میں سب سے اعلےٰ درجہ کا کام تو سیالکوٹ کی جماعت نے (جو ہر مفید تحریک میں سابق بالخیرات ٹہیر چکی ہے) کیا ہے۔ چوہدری مولا بخش صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ نہایت حزم و احتیاط سے ضلع کی فہرست طیار کی گئی ہے غالباً ایک بہی فرد اس فہرست سے باہر نہ رہیگا۔ اور پہر چوہدری غلام احمد خانصاحب رئیس کاٹھہ گڑہ نے اس پیرانہ سالی میں کل ضلع کا سفر کیا ہے اور ضلع ہوشیارپور کی فرد طیار کی ہے انکے متواتر خطوط میرے پاس آئے ہیں جن سے معلوم ہوا ہے کہ وہ نہایت سرگرمی سے اس خدمت میں مصروف ہیں۔ میں پہر اپنے احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان فردوں کی طیاری میں جلدی حصہ لیں جس جس صاحب کے پاس یہ فرد پہونچ گئی ہے اسکا فرض ہے کہ اس کی خانہ پری کرکے میرے پاس بہیجدے وہ بعد میں دیکہیں گے کہ یہ فرد کہانتک مفید ثابت ہوتی ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

۲۔ اسلامی کالج فنڈ کے لئے ایک آنہ فنڈ کی تحریک میں جسقدر مستعدی کی ضرورت ہے ابہی تک اس سے کام نہیں لیا گیا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ با قاعدہ کمیٹیاں مقرر نہیں ہیں اور نہ پر جوش آدمی اس تحریک کی عام اشاعت کے لئے طیار ہوئے ہیں۔ جو بہت ضروری امر تہا۔

درخواست دعا

منشی گلاب خانصاحب سب پوسٹماسٹر راولپنڈی احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔ کہ اللہ تعالے مخالفوں کی سازشوں اور منصوبہ بازیوں سے انہیں امن میں رکہے۔

درخواست نماز جنازہ

میاں غلام حبیب حجام ساکن راولپنڈی فوت ہوگیا ہے احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں

اطلاع

بقایا داران الحکم اپنے ذمے کی حساب جلد بیباق کریں۔ وی پی جاری ہو رہے ہیں۔ وصول فرماکر کارخانہ کی اعانت کریں۔ یعقوب علی۔ ایڈیٹر الحکم

دربار شام (۹ اگست ۱۹۰۵ء)

پشاور سے ایک نوجوان ہندو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کیواسطے آیا ہوا تہا۔ اسنے مختصراً اپنے حالات بیان کئے کہ کس طرح پر الحکم کے پڑہنے اور ایک احمدی کی صحبت نے اسے مشتاق زیارت بنایا اس تحریک پر حضرت حجتہ اللہ نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر۔

سب سے بڑی بات تو دین ہے جسکو حاصل کرکے انسان حقیقی خوشحالی اور راحت کو حاصل کرتا ہے دنیا کی زندگی تو بہرحال گذرہی جاتی ہے

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

یعنے راحت اور رنج دونو گذر جاتے ہیں۔ لیکن دین ایک ایسی چیز ہے کہ اسپر چل کر انسان خدا تعالے کو راضی کرلیتا ہے۔ یقیناً جانو کہ اللہ تعالے اسوقت تک راضی نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص اس تک پہونچ سکتا ہے جب تک صراط مستقیم پر نہ چلے۔ وہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اللہ تعالے کی ذات صفات کو شناخت کرے اور ان راہوں اور ہدایتوں پر عمل درآمد کرے جو اسکی مرضی اور منشاء کے موافق ہیں۔ جب یہ ضروری بات ہے تو انسان کو چاہئے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور یہ کچھ مشکل امر نہیں دیکھو انسان پانچ سات روپیہ کی خاطر جو دنیا کی ادنےٰ ترین خواہش ہے اپنا سر کٹا لیتا ہے پہر جب اللہ تعالے کو راضی کرنے کا خیال ہو اور اسی کو راضی کرنا چاہے تو کیا مشکل ہے

انسان حقیقی دین سے کیوں محروم رہ جاتا ہے اس کا بڑا باعث **قوم** ہے خویش و اقارب دوستوں اور قوم کے تعلقات کو ایسا مضبوط کرلیتا ہے کہ وہ انکو چہوڑنا نہیں چاہتا ایسی صورت میں ناممکن ہے کہ یہ نجات کا دروازہ اسپر کہل سکے یہ ایک قسم کی نامردی اور کمزوری ہے لیکن شہیدوں اور مردوں کا کام ہے کہ ان تعلقات کی ذرا بہی پروا نہ کرے اور خدا تعالے کی طرف قدم اٹھائے۔

بعض کمزور فطرت لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ خدا تعالے کی عبادت ہی کرنی ہے خواہ کسی مذہب میں ہوں مگر وہ نہیں جانتے کہ آج جسقدر مذاہب موجود ہیں ان میں کوئی بہی مذہب بجز **اسلام** کے ایسا نہیں جو اعتقادی اور عملی غلطیوں سے مبرا ہو۔ وہ **سچا اور زندہ** خدا جس کی طرف رجوع کرکے انسان کو حقیقی راحت اور **روشنی** ملتی ہو جسکے ساتہہ تعلق پیدا کرکے انسان اپنی گناہ آلودہ زندگی سے نجات پاتا ہے وہ **اسلام** کے سوا نہیں مل سکتا۔ یہی پہلا زینہ ہر قسم کی روحانی ترقیوں کا ہے اگر اس کی توفیق مل جاوے تو پھر **خدا اسکا اور وہ خدا کا ہوجاتا ہے۔**

یہہ سچ ہے کہ جب ایک شخص محض اللہ تعالے کی رضا کے لئے کسی قسم کے نفسانی اغراض کے بغیر ایک قوم سے قطع تعلق کرتا ہے اور خدا ہی کو راضی کرنے کے لئے دوسری قوم میں داخل ہوتا ہے تو ان تعلقات قومی کے توڑنے میں سخت تکلیف اور دکہہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بات خدا تعالے کے نزدیک بڑی قابل قدر ہے۔ اور یہ ایک **شہادت** ہے۔

جسکا بہت بڑا اجر اللہ تعالے کے حضور ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالے تو فرماتا ہے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ یعنے جو شخص ایک ذرہ برابر بہی نیکی کرتا ہے اسے بہی ضائع نہیں کرتا بلکہ اجر دیتا ہے تو پہر جو شخص اتنی بڑی نیکی کرتا ہے اور خدا کی رضا کے لئے ایک **موت** اپنے لئے روا رکہتا ہے اسے **اجر** کیوں نہ ملے؟ جو شخص خدا تعالے کے لئے اپنے تعلقات کو توڑتا ہے وہ فی الحقیقت ایک موت اختیار کرتا ہے کیونکہ اصل موت بہی ایک قسم کا قطع تعلق ہی ہے یعنے روح کا جسم سے قطع تعلق ہوتا ہے۔ خدا تعالے کے لئے ان تعلقات کو توڑنا جو اپنی قوم اور خویش و اقارب سے ہوتے ہیں خدا کے نزدیک بہت بڑی بات ہے بسا اوقات یہ روک بڑی زبردست روک انسان کو خدا کی طرف آنے کے لئے ہوجاتی ہے۔ وہ دیکہتا ہے کہ دوستوں کا ایک گروہ ہے ماں باپ بہن بہائی اور دوسرے رشتہ دار ہیں انکی محبت اور تعلقات نے اسکے رگ و ریشہ میں ایسی سرایت کی ہوئی ہے کہ وہ **اسلام** کی صداقت اور سچائی کو تسلیم کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بجز اسکے نجات نہیں لیکن ان تعلقات کی بنا پر اقرار کرتا ہے کہ یہ راہ جس پر میں چلتا ہوں خطرناک اور گندی راہ ہے مگر کیا کریں جہنم میں پڑنا منظور ان تعلقات **قومی** کو کیونکر چہوڑ دیں۔ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ یہ صرف زبان سے کہنا تو آسان ہے کہ جہنم میں پڑنا منظور اگر نہیں اس دکہہ درد کی کیفیت معلوم ہو تو پتہ لگے۔ ایک آنکہہ میں ذرا درد ہو تو معلوم ہوجاتا ہے کہ کس قدر تکلیف ہے پہر جہنم تو وہ جہنم ہے جسکی بابت قرآن شریف میں آیا ہے لا یموت فیہا ولا یحییٰ

ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اسکا تو فیصلہ آسان ہے دنیا میں دیکہہ لے کہ کیا وہ دنیا کی بلاؤں پر صبر کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پہر یہ کیونکر سمجہہ لیا کہ عذاب جہنم کو برداشت کرلیں گے۔ بعض لوگ تو دوسروں کو دہوکا دیتے ہیں مگر یہہ لوگ اپنے آپ کو دہوکہ دیتے ہیں۔ یقیناً سمجہو کہ جہنم کا عذاب بہت ہی خطرناک ہے اور یہ بہی یاد رکہو کہ اللہ تعالے نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا الایۃ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہشمند ہو۔ وہ آخر کار ٹوٹے میں رہیگا۔

جسطرح پر انسان کا ایک حلیہ ہوتا ہے اور وہ اسی سے شناخت کیا جاتا ہے اسی طرح پر اللہ تعالے کی ذات اور اسکے **صفات** بہی ایک طرح پر واقع ہوئے ہیں۔ یہہ ہی نہیں ہوسکتا کہ مختلف مذاہب والے خدا تعالے کی جو شکل اور صفات پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب درست ہوں عیسائی۔ ہندو۔ چینی ہر ایک جدا جدا صفات پیش کرتا ہے پہر کون عقلمند یہہ مان لیگا کہ ہر ایک اپنے اپنے بیان میں سچا ہے۔

ماسوا اسکے سچائی کے خود انوار اور برکات ہوتے ہیں یہہ بہی تو دیکہنا چاہئے کہ وہ نشانات اور انوار و برکات کس خدا کو مان کر ملتے ہیں اور کس دین میں وہ پائے جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک نسخہ کو استعمال کرتا ہے اگر اس نسخہ میں کوئی خوبی اور اثر ہے تو صاف ظاہر ہے کہ چند روز کے استعمال کے بعد ہی اسکی مفید تاثیریں معلوم ہونے لگیں گی لیکن اگر اس میں کوئی خوبی اور تاثیر نہیں ہے تو خواہ ساری عمر اسے استعمال کرتے جاؤ کچھہ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس معیار پر اسلام اور دوسرے مذاہب کی سچائی اور حقیقت کا بہت جلد پتہ لگ جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی تاثیر اور انوار و برکات کے لئے کسی گذشتہ قصہ کا حوالہ نہیں دیتا۔ اور نہ صرف آئندہ کے وعدہ ہی پر رکہتا ہے بلکہ اس کے پہل اور آثار ہر وقت اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور اسی دنیا میں ایک سچا **مسلمان** ان **ثمرات** کو کہا لیتا ہے۔

بتلاؤ ایسے مذاہب انسان کو کیا امید دلا سکتے ہیں جن میں توبہ تک منظور نہیں ایک گناہ کرکے خنبک کروڑوں جونیں نصیب نہ ہولیں خدا سے صلح ہی نہیں ہوسکتی۔ وہاں انسان کیا پائیگا۔ اسکی روح کو راحت اور تسلی کیونکر مل سکے گی۔

مذہب کی سچائی کی بڑی علامت یہ ہے کہ **اس راہ سے دور افتادہ خدا کے نزدیک آجاتا ہے جیسے جیسے وہ نیک** عمل کرتا جاوے اسی اسی قدر تاریکی دور ہوکر معرفت اور روشنی آتی جاوے۔ اور انسان خود محسوس کرلے کہ وہ نجات کی ایک یقینی راہ پر جارہا ہے اسکی ہدایتیں ایسی صاف اور واضح ہوں کہ انسان ان کے ماننے اور اسپر عمل کرنے میں اٹکے نہیں۔

بہلا یہہ بہی کوئی تعلیم اور اصول ہے کہ ذرہ ذرہ کو خدا قرار دیدیا جاوے جیسے خدا ازلی ابدی ہے اسیطرح پر ذرات عالم اور ارواح کو بہی ازلی ابدی تسلیم کیا جاوے اگر ایسا کوئی خدا ہے کہ جسنے ایک ذرہ بہی کسی قسم کا پیدا نہیں کیا تو اسپر بہروسہ کیسا اور اسکا ہم پر حق کیا ہے جو عبادت کریں۔ کیونکہ عبادت کے لئے حق بہی تو ہونا چاہئے جب کوئی حق ہی نہ ہو تو ایک ذرہ ذرہ اسے کہہ سکتا ہے کہ تیرا ہم پر کیا حق ہے؟ اس عقیدہ کو رکہہ کر انسان کسطرح خدا پرست ہوسکتا ہے بلکہ میرے نزدیک خدا کی ہستی پر دلیل ہی قائم نہیں ہوسکتی۔ اگر آریوں سے کوئی دہریہ پوچھے کہ پرمیشر کی ہستی کا کیا ثبوت ہے تو اس کا جواب وہ کیا دے سکتے ہیں؟ کیونکہ صانع کو مصنوعات سے شناخت کرتے ہیں جب کہ مصنوعات ہی کا وجود نہیں تو صانع کا وجود کہاں سے آیا + جیو اور پرکرتی کو جو خود بخود تسلیم کرتے ہیں تو پہر ان کے جوڑنے جاڑنے کے لئے کیا حاجت ہوسکتی ہے؟ اسطرح پر کوئی دلیل اللہ تعالے کی ہستی پر انکے ہاتہ میں نہیں ہے اور جب تک اس کی ہستی پر کوئی دلیل نہ ہو کس طرح کوئی مان لے کہ وہ ہے ماسوا اسکے ان لوگوں کا یہ بہی اصول نہیں کہ خدا رحم کرنے والا ہے۔ ہر شخص کی اس ہستی پر توجہ ہوتی ہے جسے رحیم۔ کریم اور فیاض تسلیم کرے لیکن انہوں نے یہ مانا ہے کہ بغیر کرموں کے پہل کے اور کچھہ عطا ہی نہیں کرسکتا۔ اگر کرموں پر ہی سارا مدار ہے تو اس خدا پر کیا بہروسہ اور کیا امید جسکا ذرہ بہر بہی احسان نہیں ہے۔ یہہ تمام امور ہیں۔ جب انسان انکو بنظر غور دیکہتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ سوائے اسلام کے دوسروں میں سچی ہدایتیں نہیں ملتی ہیں + ماسوا اسکے ایک اور بڑی بات قابل غور ہے کہ اسلام میں بہت بڑی خاصیت یہ ہے کہ انسان جس مطلب کے لئے بنایا گیا ہے وہ اسلام کے سوا حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ کیا ہے؟ یہ کہ خدا کی محبت بڑہے اور اسکی معرفت ترقی کرے۔ جس سے وہ ایک کامل شوق ذوق کے ساتہہ اسکی عبادت کرے لیکن یہ مطلب بہی پورا نہیں ہوسکتا جب تک تعلیم اور ہدایت کامل نہ ہو اور پہر اس تعلیم اور ہدایت پر عمل کرنے کے جو نتائج اور ثمرات ہیں انکا نمونہ موجود نہو۔ جسکو دیکہکر معلوم ہو کہ **خدا قادر خدا ہے۔**

یہہ ساری باتیں اسوقت سمجہہ میں آتی ہیں جب

(باقی دارد)

انسان پر غور مطالعہ کرتا ہے۔ عقلمند اور سعید کے دل میں تو اللہ تعالیٰ خود ہی ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے اور وہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں اسی طرح امتیاز کر لیتا ہے جس طرح پر تاریکی اور نور میں کر لیتا ہے۔ لیکن بعض شخص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل پر ایک مہر ہوتی ہے وہ حقیقت تک پہنچنے کی سعی نہیں کرتے بلکہ بیہودہ اعتراض کرتے ہیں۔ سعادت خدا تعالیٰ کی عطا اور بخشش ہے کوئی شخص جب تک روح **حق اور راستی** سے مناسبت نہیں رکھتا اس طرف آ نہیں سکتا۔ اور یہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اعمال سے شناخت ہو سکتا ہے کہ کونسا مذہب سچا ہے تو وہ لوگ جو رہزنی اور قزاقی کرتے ہیں انسے پوچھا جاوے تو وہ اسکو مکروہ خیال نہیں کرتے بلکہ ایک شکار سمجھتے ہیں اسیطرح اور لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں وہ برا نہیں سمجھتے یہ کوئی بات نہیں ہے اصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض کے برکات اور انوار ساتھ ہوں۔

غرض **اول** یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کرے اور سمجھے سب سے اول اسکا **فرض** ہے اور یہ سمجھ ملنا اسکے فضل پر موقوف ہے پھر **دعا کرے** اور نیک صحبت میں رہے اور یہ بھی خیال کرے کہ عمر کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعض لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں۔ کہ فلاں وقت اس نیکی کو کر لیں گے۔ مگر وہ اس انتظار ہی میں رہتے ہیں اور موت آجاتی ہے اسلئے نیکی کے اختیار کرنے میں دیر نہیں چاہئے۔

دربار شام (۱۰ اگست ۱۹۰۵ء)

حضرت مخدوم الملۃ نے عرض کی کہ ولایت کے ایک اخبار نے مضمون لکھا ہے کہ اسلام مہذب اقوام میں کامیاب نہیں ہوا چنانچہ ہندوستان میں آٹھ صدیوں سے کچھ بھی ترقی نہیں ہوئی اسپر آپ نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

تہذیب کا لفظ ان کے نزدیک خاص ہے اور وہ معنے اس کے انکی اپنی ایجاد ہے۔ **آسمانی تہذیب** تو اور ہے جس میں ایمان۔ تقوےٰ دیانت۔ صلاحیت اور نیک کرداری شامل ہے مگر انکے نزدیک دنیا کے جوڑ توڑ ہر قسم کے مکر و فریب کا نام تہذیب ہے یہ تہذیب انکے ہی نصیب رہے ہم اسکو لینا نہیں چاہتے۔ چند بیہودہ رسوم و عادات کا نام جو اخلاق سے گری ہوئی ہیں تہذیب نام رکھتے ہیں۔ اور خدائی رسوم و ادب کی توہین اور استخفاف کرتے ہیں حالانکہ ان رسوم و عادات کے نتائج اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں جن سے سوسائٹی میں امن، اخلاق اور نیک اعمال پیدا ہوتی ہے۔ اپنی رسوم و عادات کو جنکے نتائج بد ہیں پسندیدہ سمجھتے ہیں۔

اس مقام پر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ سید احمد خان صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا کہ **سویلیزیشن** (تہذیب) کا مترادف عربی زبان ہی میں نہیں۔ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ مسٹر بیک نے ایک مرتبہ علیگڈھ کالج کے طلبا کے سامنے تہذیب پر لیکچر دیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اگر تم راستہ میں چلو تو لیڈی تمہارے دائیں طرف ہو اور اگر کوئی تار وغیرہ آجاوے تو اسکو پاؤں سے دبا کر لیڈی کو آرام سے گذرنے دو۔ کھانا کھاؤ تو اپنی بیوی کے ساتھ نہیں بلکہ تمہاری بیوی کسی اور کے ساتھ کھائے اور تم کسی غیر کی بیوی سے۔ الآخرہ ایڈیٹر۔

فرمایا یہ تہذیب ان کو ہی مبارک ہو۔ قرآن شریف نے ہی سچی تہذیب دنیا کو سکھائی ہے یہ **تہذیب** وہ ہے جس سے **انسانیت** آتی ہے اور انسان اور حیوان کے درمیان ما بہ الامتیاز حاصل ہوتا ہے اور پھر سچے اور جھوٹے مذاہب کے درمیان ما بہ الامتیاز عطا ہوتا ہے۔ اگر یہ تہذیب کسی کو نہیں ملی تو اسے تہذیب سے کوئی حصہ ہی نہیں ملا۔ یہ دنیا کے کیڑے ہیں **اباحت** سے ملی ہوئی باتوں کا نام **تہذیب** قرار دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے جس تہذیب کے پھیلنے کا ارادہ فرمایا ہے اسے اب کوئی روک نہیں سکتا جیسے جب کوئی بڑا بھاری سیلاب آتا ہے تو اسکے آگے کوئی بند نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس سیلاب سے بھی بڑھ کر زبردست ہے کون ہے جو اس کے آگے بند لگائے؟ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سچی تہذیب اور روحانیت پھیلے اور یہ اس کے بالمقابل عیسائیت کے گندے خیالات پھیلانا چاہتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ سے انکی **لڑائی** ہے معلوم ہو جائیگا کہ **اسکا انجام** کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا وہی خدا ہے جسنے زمین و آسمان بنایا ہے وہ چاہے تو نئے سرے سے اس زمین و آسمان کو بنا سکتا ہے۔ اب اسی کا کام ہے کہ وہ دنیا پر **اثر** ڈالے۔

ہم جو کوشش کر رہے ہیں یہ تو گویا بچوں کا کھیل ہے ہمیں کیا مقدرت ہے کہ لوگوں میں سچائی کی روح پھونک دیں اور انمیں حقیقی اتحاد اور یگانگت پیدا کر دیں نہ کیفیت اور کمیت اس اتحاد کی پیدا کر سکتے ہیں۔ نہ ایک وجود بنا سکتے ہیں۔ یہ صرف خدا ہی کا کام ہے۔ جسنے پہلے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ کرشمہ دکھایا چنانچہ فرمایا

لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبہم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اگر تو جو کچھ زمین میں ہے۔ خرچ کرتا تب بھی وہ محبت و الفت جو ہم نے صحابہ میں پیدا کر دی ہے نکر سکتا حقیقت میں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ جیسا پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا اب بھی اسی کے فضل سے امید ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جس قوم میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے روح نہیں پھونکی جاتی اور جسکا نشو و نما خود اسی کے ہاتھ سے نہیں ہوتا جیسے باغبان ایک پودے کی خبر گیری کرتا ہے اور وہ اس کی نگرانی میں پرورش پاتا ہے اسوقت تک اس قوم میں بہتری اور ترقی کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ اگر عارضی طور پر اس میں **وحدت** بھی ہو جاوے تو چند روز کے بعد وہی تفرقہ اور پریشانی آجاتی ہے۔ یہ لوگ جو ہمارے مخالف ہیں اسی قیاس پر ہماری جماعت کو سمجھتے ہیں جیسے برہمو وغیرہ فرقوں کو سمجھتے ہیں اسی طرح اس فرقہ اور قوم کو سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کسی شخص کی خیالی تجویزوں کا نتیجہ ہے مگر میں جانتا ہوں کہ خدا نے **اس سلسلہ کو قائم کیا** ہے اور اسی کے فضل سے اسکا نشو و نما ہو رہا ہے اصل یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کا ارادہ نہو کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور نہ اسکا نشو و نما ہو سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کے لئے چاہتا ہے تو وہ قوم بیج کیطرح ہوتی ہے جیسے قبل از وقت بیج کے نشو و نما اور اسکے آثار کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اس قوم کی ترقیوں کو بھی محال اور ناممکن سمجھتے ہیں ہماری جماعت اگر بیس پچیس لاکھ ہو کر پھر اسکی ترقی ٹھہر جاوے تب بھی کچھ نہیں پھر بھی یہ سلسلہ کی حقانیت کی دلیل نہیں ٹھہرتی اسلئے ضروری ہے کہ یہ **ساری زمین پر پھیل جاوے اور مقدار اور حجت کے رو سے غالب ہو جاوے**۔ کیونکہ یہ خدا کے بغیر کب ہو سکتا ہے یہ اسی کے کام ہیں اور وہی کریگا۔

میں یقینًا جانتا ہوں کہ سب سے بڑا **معجزہ** یہی ہوتا ہے کہ جسکو اسنے بھیجا ہے اسکی **علت غائی** باطل نہو۔ اور مامور کی یہی علت غائی ہوتی ہے میرے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں لاکھوں معجزہ ہیں لیکن آپ کا یہ معجزہ بڑا ہی زبردست ہے آپ نے

جو دعوےٰ کیا تھا وہ کر دکھایا

جیسے ایک طبیب دعوےٰ کرے کہ میں **حاذق طبیب** ہوں اور پھر اسے دعوے کو مریضوں کی صحت اور تندرست ہونے سے ثابت کر دکھائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنے دعوے کے موافق کر دکھایا اسکی تو کوئی **نظیر** ہی نہیں ملتی۔ عرب جیسی جاہل اور خونی قوم جو کبھی کسی کی ماتحت ہی نہیں سکتی تھی کیا کوئی اس قوم کی نسبت خیال کر سکتا تھا کہ یہ قوم باہم متحد ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ سے ایسا قوی تعلق پیدا کرینگے کہ باوجودیکہ یہ فرعون سیرت ہیں لیکن اسکی اطاعت میں ایسے محو اور فنا ہونگے کہ **جان عزیز** کو بھی اسکی راہ میں دیدیں گے غور کرو کہ کیا یہ آسان امر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایک ایسی قوم میں ایسی محبت الٰہی کا پیدا کر دینا کہ وہ مرنے کو طیار ہو جائیں خود آپ کی اعلےٰ درجہ کی **قوت قدسی** کو ظاہر کرتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ بیعت میں تو داخل ہوتے ہیں لیکن ذرا سا بوجھ پڑ جاوے تو ابتلا میں پڑ جاویں مگر صحابہ میں کیسی کشش تھی کہ مال اور آبرو تو کیا چیز سب سے بڑھ کر جان ہے وہ بھی انہوں نے دیدی۔ اگر کوئی کشش نہ تھی تو اس درجہ تک وہ کیونکر پہنچے؟۔ دوسری طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حالت سے جب مقابلہ کرتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے گویا امیں کچھ بھی کشش نہ تھی۔ پطرس نے آخری وقت پر جو مدد کا وقت تھا انکار کر دیا اور یہودہ نے بیچ دیا باقی بھاگ گئے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل کشش نہ تھی۔ کامل نبی میں ایک کامل کشش اور جذب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا جذب امیں رکھدیتا ہے مکہ کی زندگی ابتلاؤں سے بھری ہوئی تھی مگر وہ کمزور جماعت ہر قسم کے مصائب شدائد کو برداشت کرتے رہے اور جب انہیں ایک بڑی جماعت کا مقابلہ کرنا پڑا تو اس سے بھی نہیں گھبرائے اور نہ پیچھے ہٹے۔ غرض جس قسم کا ابتلا انپر آیا۔ بڑی دلیری اور خوشی کے ساتھ اسکا مقابلہ انہوں نے کیا۔ میں یقینًا جانتا ہوں کہ ان کی نہ اول نظیر پائی جاتی ہے نہ بعد میں۔ انہوں نے **بیعت** کے مفہوم کو خوب سمجھا اور اپنے عمل سے اسے ثابت کر دکھایا ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو ہر ایک وقت میں ایسا ہو سکتا ہے مولوی **عبد اللطیف** (رضی اللہ عنہ) نے بھی اسکا کامل نمونہ دکھایا۔ ان نمونوں سے دوسروں کو بھی فائدہ

ہوتا ہے جس سلسلہ میں کوئی نمونہ نہو وہ سلسلہ قابل توقیف نہیں ہوسکتا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا نمونہ دکہایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی کرنڈی تعریف کی ہے

منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر

ایسے کمال الفاظ میں ظاہر کیا کہ وہ سب کے سب اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان دینے کو طیار تہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کی تعریفیں اگر قرآن شریف کی مختلف آیات سے جمع کی جاویں تو وہ ایک عجیب اسوہ حسنہ **بیعت** کے مفہوم کے لئے

عجیب مخلوق تہی جنہے اللہ تعالےٰ کو مقدم کرلیا تہا بنی اسرائیل میں شہرت یافتہ دو ہی نبی تہے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان دونوں میں سے کسی کے صحابہ کا ذکر کرکے طبیعت خوش نہیں ہوتی حضرت موسیٰ کی قوم انکو ہی سنگسار کرنے کو آمادہ ہوجاتی تہی اور اکثر ان کے ساتہہ جہگڑتے اور انکار کر دیتے تہے۔ وہ سرکش اور کج طبع قوم تہی۔ اور حضرت عیسےٰ کے صحابہ کا وہ حال تہا جو ہنے ابہی بیان کیا کہ آخری وقت انکار کردیا۔

✱

اس تقریر کے بعد صحابہ کرام کے اس محبت و اخلاص کا ذکر فرماتے رہے جو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رکہتے تہے اسی ضمن میں یہ ذکر آگیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر وہ کسقدر بے قرار ہوگئے تہے۔ انہیں قرار نہیں آیا جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑہکر سب انبیاء علیہم السلام کی وفات پر اجماع نہ کرالیا۔ فرمایا یہہ کیا ہی مبارک اجماع تہا اگر یہ اجماع نہ ہوتا تو بڑا بہاری فتنہ اسلام میں پیدا ہوتا۔ اسلام میں سب سے پہلا اجماع

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔

ہی پر ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی کا منشاء تو اس صدمہ ہی کو دور کرنا تہا۔ اور وہ مرگ یاران جتنے وارد ہی ہے دور ہوتا تہا۔ اگر اس آیت کے استدلال میں حضرت مسیح کو مستثنےٰ کیا جاتا تو صحابہ کے درد کا کیا علاج ہوتا؟ پہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیح سے کم درجہ پر تہے جو زندہ نہ رہتے۔ **قد خلت** کے معنے تو خود اسی آیت میں افان مات او قتل نے کردئے ہیں کیا اس میں رفع

بجسد العنصری بہی کہیں لکہا ہے؟ غرض جسطرح پر کسی کی قوت شامہ ماری جاوے تو اسے خوشبو کا حاسہ نہیں رہتا۔ اسیطرح پر ان لوگوں کی ایمانی قوت شامہ مرگئی ہے جو مسیح کو زندہ آسمان پر لے جاتے ہیں اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو پہر حالت بہت خطرناک ہے یہی عقیدہ انکی خدائی کی پہلی اینٹ قرار دیا گیا ہے

(اسکے بعد موجودہ گرد و غبار جو آسمان پر چہایا ہوا ہے اس کا ذکر ہوتا رہا۔ فرمایا یہ سب کچہہ ہمارے لئے ہی نشان ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارا متولی اور متکفل ہے ہمیں کیا غم ہے۔)

دربار شام ۱۱؍ اگست ۱۹۰۵ء

حضرت حکیم الامۃ کا بچہ عبد القیوم بیمار تہا گذشتہ شب کو اسے تکلیف تہی حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا حال پوچہہ رہے تہے اسی ذکر میں حضرت حکیم الامۃ نے کہا کہ میں اس سوال پر سوچتا رہا کہ آریہ جو اعتراض کرتے ہیں کہ بچوں کو دکہہ یا تکالیف انکے پچہلے جنم کا نتیجہ ہے۔ اس تحریک پر حضرت اقدس نے ذیل کی تقریر بیان فرمائی۔ ایڈیٹر۔

یہہ تو بالکل بیہودہ عقیدہ ہے۔ اول تو یہ ہی قابل غور امر ہے کہ آیا بچے اسقدر تکلیف محسوس بہی کرتے ہیں یا نہیں جسقدر ماں باپ محسوس کرتے ہیں کیونکہ حس بہی عقل ہی کے ساتہہ بڑہتی ہے اور علاوہ بریں بچہ بہی جو بہشت میں داخل ہوگا۔ تو کسی حق ہی سے ہوگا۔ اسلئے اس قسم کی تکالیف اٹہاتا ہے۔

تکالیف اور مصائب کا فلسفہ

اصل بات یہ ہے کہ انسانی فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ زد و کوب ہی سے درست ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی ربوبیت انسان کی تکمیل چاہتی ہے اور خود **عبودیت** کا بہی تقاضا ہے کہ کسی نہ کسی طرح تکمیل کرے۔ اسلئے منجملہ تکمیل کی صورتوں کے ایک شدائد اور مصائب بہی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام جو بالکل معصوم اور مقدس وجود ہوتے ہیں وہ بہی تکالیف اور شدائد کا نشانہ بنتے ہیں اور ایسے مصائب انپر آتے ہیں کہ اگر کسی اور پر آئیں تو وہ برداشت ہی نکرسکے ہر طرف سے ان کے دشمن اوٹہتے ہیں کوئی باتوں سے دکہہ دیتا ہے کوئی **حکام وقت** کے ذریعہ تکلیف دینے کا منصوبہ کرتا ہے کوئی قوم کو اسکے برخلاف اکساتا ہے غرض ہر پہلو کو اسکو تکلیف دی جاتی ہے اور ہر طرح کی بے آرامی

اور حزن و غم انپر آتا ہے باوجود اسکے ان ساری باتوں کا کچہہ ہی اثر انپر نہیں ہوتا اور وہ پہاڑ کیطرح جنبش نہیں کرتے کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ گنہ گار ہیں؟ ہرگز نہیں اگر کوئی ایسا خیال کرے تو اس سے بڑہ کر بیہودگی اور کیا ہوگی؟ بچوں کی تکالیف کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ سے خوب حل ہوتا ہے۔ معصومیت کے لحاظ سے بچے سمجہہ لو۔ یہہ مصائب عبودیت کی تکمیل کے لئے ہیں اور عالم آخرت کے لئے مفید ہیں۔ اگر ایسی حالت ہوتی کہ مرنے کے بعد بچے کی روح مفقود ہوجاتی تو بہی اعتراض کا موقع ہوتا لیکن جبکہ جاودانی عالم اور ابدی راحت موجود ہے تو پہر یہ سوال ہی کیوں ہے؟ اگر یہ سوال ہے کہ بغیر تکلیف کے اس ابدی راحت میں داخل کردے تو پہر کہیں گے کہ معاصی کا بکہیڑا کیوں ہے؟ اس کے ساتہہ ہی داخل کرسکتا تہا اسکا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں غنی بے نیاز ہے۔ انسان کو نجات اور ابدی آسایش کے حصول کے لئے کچہہ نہ کچہہ تو کرنا چاہیئے۔

جبتک وہ تکالیف اور شداید نہیں اٹہاتا راحت اور آسایش نہیں پاسکتا۔ یہہ شداید دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو انسان خود مجاہدات کرتا ہے اپنے نفس کے ساتہہ جنگ کرتا ہے اور اسطرح پر اکثر تکالیف میں سے ہوکر گذرتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ قضا و قدر خود اسپر کچہہ تکالیف نازل کردیتی ہے اور اس ذریعہ سے اسے صاف کرتی ہے۔ اس طریق میں بچے اور انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں اسپر بہی مصائب اور شداید انپر آتے ہیں وہ محض انکی تکمیل اور ان کے اخلاق اور صدق و وفا کے اظہار کیلئے۔

انسان کے لئے سعی اور مجاہدہ ضروری چیز ہے اور اسکے ساتہہ مصائب اور مشکلات بہی ضروری ہیں۔

ليس للانسان الا ما سعى

جو لوگ سعی کرتے ہیں وہ اسکے ثمرات سے فائدہ اُٹہاتے ہیں۔ اسی طرح پر جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کی قربانی کرتے ہیں انپر الٰہی قرب و انوار و برکات اور قبولیت کے آثار ظاہر ہونے ہیں اور بہشت کا نقشہ ان پر کہولا جاتا ہے۔

یہہ لوگ اس راہ سے بے خبر ہیں اور ان انعامات سے بے بہرہ اسلئے ایسے گندے اور بیہودہ اعتراض کرتے ہیں انکے ہاں تو نجات کسی کو ملتی ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تناسخ مان بیٹہے ہیں۔

ہم یقین رکہتے ہیں اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ اس عالم کی تکالیف کا اجر دوسرے عالم میں ملتا ہے جسطرح پر انبیاء و رسل کو ملتا ہے اسی طرح پر دوسرے لوگوں کو ملتا ہے سنت اللہ یہی ہے اور انسان کو ضروری تہی تاکہ وہ خدا تعالےٰ کا ہمسر نہو بلکہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرکے مظہر تجلیات الٰہیہ ہوجاوے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصائب اور شدائد اٹہاوے اور بہت سی ماریں کہاوے یہہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اسکی سچائی تجربہ سے ثابت ہورہی ہے پس جب ایک واقعہ تجربہ سے ثابت ہوجاوے تو اسپر بحث فضول ہے۔

فرمایا تناسخ کی دلیل میں جو امیر اور مفلس کا تفاوت پیش کیا جاتا ہے یہہ بہی ایک بیہودہ بات ہے اس لئے کہ غنی کے لئے زکوٰۃ اور صدقات رکہے ہیں کہ وہ ادا کرے اور مفلس کے لئے صبر رکہا ہے اور دونوں کے لئے اجر ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو چار کوس کا راستہ طے کرنا ہو ایک شخص کے پاس تو عمدہ عمدہ کہانے ہوں اور دوسرے کے پاس ستو ہی ہوں دونوں ہی اس راستہ کو طے کرلیں گے اور منزل مقصود پر جاکر اپنے اعمال کے موافق فائدہ اٹہائیں گے۔

تناسخ پر تو اسقدر اعتراض ہوتے ہیں کہ آدمی حیران ہوجاتا ہے مثلاً ایک طرف تو یہہ لوگ ناطہ رشتہ میں دور دراز کے گوتوں اور ذاتوں کا لحاظ کرتے ہیں دوسری طرف اگر ایک بچہ کی ماں یا بہن اسکی چہوٹی عمر میں مرجاوے اور کسی دوسری جگہ جنم لیکر اسکے ساتہہ بیاہی جاوے تو اس کے روکنے کا کیا انتظام ہے اور پہر تناسخ کے لئے یہ بہی ضروری ہوگا کہ جرائم کے انواع بہی تجویز کریں کیونکہ جس کثرت سے کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں یہ سب جرائم ہی کی وجہ سے ہونگے؟ اور پہر مرتی کا گناہ الگ چاہیئے۔ اس قسم کے بہت سے اعتراض اس مسئلہ پر وارد ہوتے ہیں۔

دربار شام ۱۲؍ اگست ۱۹۰۵ء

ایک نو مسلم صاحب رحیم آباد سے آئے ہوئے تہے حضرت حکیم الامۃ نے انکی زبانی بیان کیا کہ وہ پنڈت دیانند صاحب کیساتہہ سات سال تک رہے ہیں۔ پہر خود نو مسلم صاحب نے بیان کیا کہ مینے ویدوں کو اسی ارادہ سے پڑہا ہے۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے پوچھا کہ آپ کے قبول اسلام کی کیا تقریب ہوئی۔ جواباً کہا کہ اصل تو آپ کی پیشگوئیوں پر میری نظر تھی اور اسکے بعد **دلیریا** کے مباحثہ میں مجھ پر اسلام کی سچائی واضح ہوگئی اور میں مسلمان ہوگیا۔

اس کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ **معراج** کے متعلق حضور کی کیا رائے ہے کیا وہ جسمانی تھا یا روحانی؟ اسکے جواب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر۔

فرمایا جب تک انسان بے خبر ہوتا ہے اسکی باتیں نری ڈھکلیں ہی ہوتی ہیں۔ ایسا ہی معراج کے متعلق لوگوں کا حال ہے وہ اسکی **حقیقت** اور **اصلیت** سے بیخبر ہیں ہم تو **معراج** کو بالکل بیداری تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں ایک بیداری دنیا داروں کی ہے اور ایک بیداری عارفوں صادقوں نبیوں اور خدا رسیدہ لوگوں کی بیداری ہوتی ہے اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور تمام صادقوں اور عارفوں کے سردار ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مرتبہ بھی آپکا سب سے بڑھا ہوا ہے۔ **معراج** ایک کشفی معاملہ تھا۔ یہہ بھی یاد رہے کہ کشف دو طرح کا ہوتا ہے ایک کشف ایسا ہوتا ہے کہ اس میں غیبت حس زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرا کشف ایسا ہوتا ہے کہ وہ بالکل بیداری کے رنگ میں ہوتا ہے اور دراصل ہوتی ہی بیداری ہے اس قسم کے **کشف** کو خواب کبھی کہہ ہی نہیں سکتے بلکہ ایسے کشف کو خواب کہنا ایسی غلطی ہے جیسے کوئی دن کو رات کہدے۔

اس حالت کشف میں صاحب کشف وہ دیکھتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھہ سکتے اور وہ اسرار مشاہدہ کرتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتے۔ اس بیداری میں (جو عام لوگوں کی حالت ہوتی ہے) اس بیداری کے مقابلہ میں صدہا پردے اور حجاب ہیں۔ اگر اس کو اندھا کہیں تو زیادہ مناسب ہے اور اگر بہرہ کہیں تو موزوں ہے۔ لیکن اس کشفی بیداری میں اعلےٰ درجہ کی بینائی اور شنوائی عطا ہوتی ہے۔ جس میں صاحب کشف وہ حالات دیکھتا ہے جو کسی نے نہ دیکھے ہوں اور وہ باتیں سنتا ہے جو کبھی نہ سنی ہوں پس اسی قسم کی بیداری کے ساتھہ وہ **معراج** تھا اور ایک لطیف اور روحانی جسم کے ساتھہ تھا۔

انسان کے جسم دو ہیں **ایک زمینی** اور دوسرا آسمانی جسم ہے۔ **زمینی جسم** کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے

الم نجعل الارض کفاتا

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج جس جسم کے ساتھہ ہوا وہ آسمانی جسم تھا وہ معراج قابل تعریف نہیں جو عوام مانتے ہیں۔ چونکہ ہر شخص اپنی حد تک بات کرتا ہے بچہ اس حد تک ہی کہتا ہے جو کہیں تک محدود ہو کم علم اپنی حد تک اسی طرح یہہ لوگ چونکہ اس حقیقت سے محض ناآشنا اور ناواقف تھے انہوں نے یہانتک ہی اس راز کو سمجھا لیکن خداتعالےٰ نے مجھہ پر اس کی حقیقت کھولدی ہے اور عوام اس سے محض ناواقف ہیں اسلئے اعتراض کرتے ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ ایسا کشفی رنگ تھا کہ اسکو ہرگز خواب نہیں کہ سکتے یہہ سچی بیداری تھی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا۔ اور یہ حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کامل درجہ کا **تقدس** اور تطہر نہو۔

اس تقریر کو سنکر شیخ عبدالحق صاحب (یہہ اس نومسلم کا نام ہے) نے کہا یہہ تو بالکل سچ ہے افسوس یہ مخالف مولوی منبروں پر چڑھ کر کہتے ہیں کہ وہ معراج سے ہی منکر ہیں۔ اسپر پھر حضرت اقدسؑ نے سلسلہ تقریر شروع کیا۔ ایڈیٹر۔

فرمایا جو کچھہ اسلام کا زیور تھا جسپر **اسلام** کو ہمیشہ ناز تھا اور جو اسلام اور دوسرے مذاہب میں مابہ الامتیاز تھا اس سے اس سے یہ لوگ بالکل بیخبر ہیں۔ اسلام کے سوا جسقدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں انکی یہ حالت ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کی بڑی تعریف کرے لیکن ساتھہ ہی یہہ بھی کہدے کہ ہاں ایک آنکھہ اسکی نہیں اور دوسرا ساری تعریفیں کرنے کے بعد کہدے کہ اس کی شنوائی نہیں یا ایک ٹانگ نہیں غرض کوئی نہ کوئی نقص ضرور مانتے ہیں پورے طور پر کامل محبوب تسلیم نہیں کرتے۔ **اسلام** میں یہ خوبی ہے کہ اس نے احسن طور پر خداتعالےٰ کو دکھایا ہے اور کبھی انسان شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ جس قسم کا خدا انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے وہ ایسا ہی اسلام میں پائیگی۔ کوئی نقص اور کمزوری ہر میں نہیں ہے۔ **اسلام** ایسا مذہب ہے جو ایک ہی **زندہ** اور ابدی مذہب ہے کیونکہ اسکی تاثیرات اور پہل ہمیشہ تازہ بتازہ موجود رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخالف علماء اسلام کی عام خو۔ یان تو بیان کرتے ہیں کہ وہ توحید کی تعلیم دیتا ہے لیکن **ایک** اعلےٰ درجہ کی خوبی کا انکار کرتے ہیں۔

ایسا تو ایک برہمو بھی کرسکتا ہے فرض کرو اگر ایک برہمو کہے کہ بیشک لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم عمدہ ہے اور میں بھی مانتا ہوں۔ خداتعالےٰ کی صفات بھی مانتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرتوں پر ایمان لاتا ہوں اور تمہاری طرح ہم بھی تناسخ کے نقص بیان کرتے ہیں اور اسکی تردید کرتے ہیں۔ باوجود ان باتوں کے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرتا ہے۔ تو کیا اسکی اتنی باتیں قابل قدر ہوسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں اسلئے کہ اسلام کی جو اعلےٰ درجہ کی خوبی تھی وہ تو اسنے فروگذاشت کردی۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا **یقینی** ثبوت اور زندہ ثبوت تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی تھی۔ جب اسے وہ نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ باقی جو کچھہ ہے وہ بھی محض خیالی امر ہے۔ اسی طرح پھر ہمارے مخالف علماء کی حالت ہورہی ہے۔ وہ چیز جو میں دنیا کو دینی چاہتا ہوں وہ انکے پاس نہیں اور اس سے وہ غفلت کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ انسان جب تک اللہ تعالےٰ کی ہستی کو سمجھہ نہیں لیتا اور **انا الموجود** ہونے کی آرزو نہیں سن لیتا **نفس امارہ** پر غالب نہیں آتا۔ اسلام کی اصلی غرض یہی تھی جو اب مفقود ہوچکی تھی۔ اسی کے احیا کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے

یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں جسقدر کوئی کسی سے خوف کرتا ہے یا کسی کی طرف رغبت کرتا ہے وہ **معرفت کا ثمرہ** ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کو یہہ معلوم ہو کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں ہاتھہ نہیں ڈالتا بلکہ رات کے وقت اس مکان میں بھی داخل نہ ہوگا ایسا ہی اگر معلوم ہو کہ یہاں **ایک خزانہ مخفی ہے** تو اس کیطرف التفات پیدا ہوگی۔ اندھیرے میں ایک چیز کو اگر **بکرا** سمجھتا ہے تو جبتک اسے بکرا سمجھتا ہے تو پاس کھڑا رہے گا لیکن یونہی جب یہہ خیال ہوگا کہ وہ **شیر** ہے پھر وہاں نہیں رہ سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کی محبت اور خوف معرفت سے پیدا ہوتی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی آدمی دانستہ زہر نہیں کہا سکتا سنکھیا خواہ شہد میں بھی ملا ہوا ہو پھر بھی کوئی اسے نہیں کہائیگا۔ کیونکہ جانتا ہے کہ سنکھیا ہلاک کرنے والی زہر ہے۔

لیکن اسی طرح پر **گناہ** بھی ایک **زہر** ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اگر خداتعالےٰ کی **ہستی** پر ایمان رکھتا ہے تو پھر بڑی دلیری اور جرأت سے گناہ کیوں کرتا ہے؟ اگر اسے یہ معرفت ہو کہ کوئی محاسب بھی ہے تو ہرگز دلیری نہ کرے۔ یہہ دلیری اور جرأت **عدم معرفت** کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

غرض اسلام اور دوسرے مذاہب میں جو امتیاز ہے وہ یہی ہے کہ اسلام **حقیقی معرفت** عطا کرتا ہے جس سے انسان کی گناہ آلودہ زندگی پر موت آجاتی ہے . . . . اور پھر اسے ایک نئی زندگی عطا کی جاتی ہے جو بہشتی زندگی ہوتی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن شریف سے اعراض صوری یا معنوی نہو تو اللہ تعالےٰ اس میں اور اسکے غیر میں **فرقان** رکھدیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے اسکی قدرتوں کے عجائبات وہ مشاہدہ کرتا ہے اسکی معرفت بڑہتی ہے اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اسکو وہ حواس اور قوے دئے جاتے ہیں کہ وہ ان چیزوں اور اسرار قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے وہ ان باتوں کو سنتا ہے کہ اوروں کو اس کی خبر نہیں۔ اسی لئے فرمایا من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس جہان کے لئے انسان اسی عالم سے حواس لے جاتا ہے اسی جگہ سے وہ بصارت لے جاتا ہے جو وہاں کی اشیاء او عجائبات کو دیکھے۔ اور یہاں ہی سے وہ شنوائی لے جاتا ہے جو سنے۔ گویا جو اس جہان میں وہاں کی باتیں دیکھتا اور سنتا نہیں وہ وہاں بھی نہیں دیکھہ سکے گا۔

یہہ تھا مابہ الامتیاز اسلام اور دوسرے مذاہب کے درمیان جسکو میرے مخالف پیش نہیں کرتے۔ اور خداتعالےٰ نے اسی **فرقان** کو دیکر مجھے بھیجا ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ جبکہ یہہ مابہ الامتیاز ہے تو کیوں ہر شخص نہیں دیکھہ لیتا اسکا جواب یہہ ہے کہ **سنت اللہ** اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ یہ بات بجز مجاہدہ توبہ اور **تبتل تام** کے نہیں ملتی چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

یعنے جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے انہیں کو یہ راہ ملے گی۔ پس جو لوگ خداتعالےٰ کے وصایا اور احکام پر عمل نکریں بلکہ اُنسے اعراض کریں انپر یہ دروازہ کس طرح کہل جائے یہہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہاں ایک خزانہ مدفون ہے اور دس بارہ دن کی محنت کے بعد نکل سکتا ہے اور کوئی شخص محنت تو کرے نہیں اور یہ کہے کہ خزانہ مل جاوے کیونکر ملے گا؟ اسی طرح پر یہہ خزانہ اللہ تعالےٰ نے اسلام میں رکھا ہے لیکن اس خزانہ کی کلید احکام اور ہدایتوں پر عمل ہے۔ اسکی وصیت اور ہدایت پر عمل کرنا اور محض خدا کے لئے نفس کو روک رکھنا یہہ کنجی ہے اور اسلام ہی میں یہہ ملتی ہے

من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

اسلام ایک چشمہ ہے اگر کوئی شخص اس پر جا بیٹھا

اور مند دیکھکر اس سے سیراب ہو کر نہیں پیتا تو اسکا اپنا قصور ہے اس چشمہ کا کیا قصور ہے؟ اگر کوئی شخص آفتاب کیطرف سے اپنے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے کمرہ میں تاریکی آجاوے اس میں آفتاب کا کوئی قصور نہیں۔ اسلئے جب تک انسان سچا مجاہدہ اور محنت نہیں کرتا وہ **معرفت کا خزانہ** جو اسلام میں رکھا ہوا ہے اور جس کے حاصل ہونے پر گناہ آلود زندگی پر موت وارد ہوتی ہے انسان خدا تعالےٰ کو دیکھتا ہے اور اس کی آوازیں سنتا ہے اسے نہیں مل سکتا۔ چنانچہ صاف طور پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے .... واما

من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوىٰ۔

یہہ تو سہل بات ہے کہ ایک شخص متکبرانہ طور پر کہدے کہ میں اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا ہوں اور باوجود اس دعوے کے اس ایمان کے آثار اور ثمرات کچھ بھی پیدا نہوں۔ یہہ نری لاف زنی ہوگی ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کی کچھہ پروا نہیں کرتے اور اللہ تعالےٰ بھی ان کی پروا نہیں کرتا۔

اصل بات یہی ہے کہ یہہ دولت مجاہدہ اور محنت کے بغیر ہاتھہ نہیں آتی ہے اور ان راہوں پر چلنا سب کے لئے ضروری ہے یہانتک کہ انبیاء ورسل کے لئے بھی یہی راہ ہے انکو جو فتوحات دیگئ جاتے ہیں وہ اسی راہ سے ملتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو اس راہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور وہی حالت ہوتی ہے جب ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں وہ عام لوگوں سے بالکل نرالی قوم ہوتی ہے ہر شخص تو یہہ چاہتا ہے کہ لوگ اسکی تعریف کریں اسکی عزت اور شہرت ہو برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام اپنے نفس کو بالکل بہلا دیتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالےٰ ہی کی عزت اور عظمت کے بہوکے پیاسے ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی عظمت اور جبروت کے اظہار کے لئے وہ ہر قسم کی ذلت کے برداشت کرنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ وہ تمام دکہوں اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں مگر ذرا بھی پروا نہیں کرتے انکی ساری خواہشیں اور آرزوئیں اس ایک بات پر آکر ختم ہو جاتی ہیں کہ کسی طرح اہل دنیا **خدا تعالےٰ پر** ایمان لادیں۔ انہیں سخت تکلیف پہونچتی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ شرک اور خدا سے دور لوگ اپنے بتوں اور معبودوں کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو خدا تعالےٰ کی ہونی چاہئے۔ ایسا ہی وہ اسکو بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ لوگ ہر قسم کے فسق وفجور اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف سے منہہ موڑیں۔ ایسی صورت میں انکے دلپر قلق اور کرب کا استیلا ہوتا ہے پس جب انکے دکہوں اور تکالیف کا اندازہ حد سے گذر جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ یہہ گوارا نہیں کرتا کہ وہ اسطرح دکہہ اٹہائیں اسلئے وہ **کرامت** یا **نشان** ظاہر کرتا ہے۔

یہہ بہی یاد رکہو کہ راستباز دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو انبیاء ورسل یہہ تو اعلےٰ درجہ کے **راستباز** اور **مقدس** وجود ہیں دوسری قسم کے وہ راستباز ہیں جو عام مومن ہوتے ہیں لیکن انمیں کچھہ نہ کچھہ بقایا نفس بھی موجود ہوتا ہے ان دوسرے درجہ کے لوگوں کو بہی اللہ تعالےٰ کچھہ نہ کچھہ خوارق کا حصہ دیدیتا ہے لیکن بڑے نشانوں کے مستحق وہی قوم انبیاء ورسل کی ہے جو کسی صورت میں بہی خدا تعالےٰ کے غیر کا جلال نہیں دیکھہ سکتے ان کی مصیبت اور دکہ اسلئے ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے خلاف نہ دیکھہ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ میرا ایمان یہی ہے کہ نوح علیہ السلام کا طوفان جو آیا اس طوفان سے پہلے ایک طوفان خود **نوح** پر بہی آیا تب وہ طوفان آیا جسنے لوگوں کو غرق کیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون غرق ہوا مگر اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے ایک سخت مصیبت دیکھی جو لوگوں کی نظر سے مستور تہی مگر وہ ایسی مصیبت تہی کہ اسے انکا ہی دل برداشت کر سکتا تہا۔ اور ایسی بہاری مصیبت تہی جسنے یہ نمونہ غرق دکہایا۔ نوح علیہ السلام کا غم خیال کر دیکہا تک پہونچا ہوگا جو خدا تعالےٰ کا غضب اسطرح بہڑکا۔

یقیناً سمجہو کہ یہہ **قوم** ایک عجیب قوم ہوتی ہے لوگوں کے ہم وغم اپنے گہر کے دائرہ کے اندر رہتے ہیں بیوی بچوں کا غم ہوا۔ یا اپنی عزت ودولت کے لئے اور اس لئے خدا تعالےٰ انکی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اس قوم کے غموں کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف مخلوق کی ہمدردی انہیں ہم وغم میں مبتلا کرتی ہے دوسری طرف اللہ تعالےٰ کی عظمت اور شان بلند کے لئے کڑہتے ہیں۔ اور یہہ بات تکلف یا بناوٹ سے پیدا نہیں ہوتی انکی فطرت ہی اس قسم کی بنی ہوئی ہوتی ہے اس قوم کو اس رنگ میں گویا آگ لگی ہوئی ہوتی ہے۔

ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ گوارا نہیں کرتا کہ وہ غم میں مرجاویں وہ دیکہتا ہے کہ انکا غم محض اسکے لئے ہے انسے اگر پوچہا جاوے کہ وہ کیوں اسقدر غم کہاتے ہیں تو بتلا نہیں سکتے۔ کیونکہ انکے **تعلقات ذاتیہ** ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی عظمت کے اظہار کے لئے وہ طبعی طور پر بیقرار ہوتے ہیں۔ اور اس میں انکے نفس کا کچھہ بہی تعلق نہیں ہوتا۔ کامل نفوس کے تعلقات جو اللہ تعالےٰ کے ساتھہ ہوتے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ اگر بہشت ودوزخ بہی نہ ہو تب بہی وہ دور نہیں ہوسکتے بعرض انسان اس کی کنہہ تک نہیں پہونچ سکتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عظمت وجبروت کے لئے کس کس قسم کے قلق وکرب میں ہوتے ہیں۔ جب یہہ اضطراب حد سے بڑہ جاتا ہے تو پہر

آسمانی نشان

ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ بے پروا ہے اگر ساری دنیا اسکی حمد وستایش کرے اور کوئی بہی اس کے خلاف دم زنی نکرے تو اسکی شان ربوبیت اور الوہیت میں کچھہ بہی زیادتی نہیں ہوسکتی اور نہ اس سے کوئی کمی واقع ہوسکتی ہے اگر سب کے سب فسق وفجور میں مبتلا ہو جائیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جب ایک انسان اسکے لئے ہی کہپتا ہے تو آخر اسے اپنی **مستور ذات** کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہی ستر ہے اس حدیث میں

كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف

اور یہ اسیوقت ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ کے ماموروں اور مرسلوں کا **قلق۔کرب** حد سے بڑہتا ہے انبیاء علیہم السلام کے مجاہدات کا انتہائی نتیجہ نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کو دیکہتے اور پہچانتے ہیں بلکہ دنیا پر بہی احسان کرتے جاتے ہیں کیونکہ اسے بہی دکہا دیتے ہیں۔

پس نرے چہلکے پر کفایت کر لینا کافی نہیں ہے

ایسی متاع چوری جا سکتی ہے لیکن جو **متاع حقیقی** اسلام پیش کرتا ہے جو اس میں اور اسکے غیروں میں مابہ الامتیاز ہے اسے کوئی چرا نہیں سکتا۔ یہہ بات ہے جو ہم پیش کرتے ہیں کہ

خدا موجود ہے اور اسکے امتیازی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔

اسلام کے ثمرات اب بہی ایسے ہی ہیں اگر کوئی ان پہلوں کو نہیں کہاتا تو اسلام کا کیا قصور طبیب اگر ایک نسخہ بتا دے اور کوئی اسے استعمال نکرے تو اس میں طبیب کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ اسلام میں یہہ ایسی **نعمت** ہے جو کسی اور دین میں نہیں مل سکتی اسی کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالےٰ نے فرمایا

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي

لیکن یہ نعمت نہیں مل سکتی **جب تک اسطرف قدم نہ اٹہاوے** اور افسوس کہ ہمارے مخالف اس نعمت کی طرف متوجہ نہیں۔

دربار شام (۱۴ اگست ۱۹۰۵ء)

شیخ عبد الحق صاحب آریہ نومسلم نے اجازت چاہی اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ پہر دینؔ اور رہو۔ دین کی تپش اور تلاش انسان کو مقدم ہونی چاہئے۔ اسپر انہوں نے ذیل کا سوال کیا اسکا جو جواب حضرت اقدسؑ نے دیا وہ بہی درج ہے۔ ایڈیٹر

سوال۔ اولو الامر سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک مولوی اولو الامر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی نہیں۔

جواب (از حضرت اقدسؑ) اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں اسطرح چلا آیا ہے کہ اسلام کے بادشاہ جنکے ہاتہ میں عنان حکومت ہے انکی اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ بہی ایک قسم کے اولو الامر ہوتے ہیں لیکن اصل اولو الامر وہی ہوتے ہیں جنکی زندگی پاک ہوتی ہے اور ایک بصیرت اور معرفت جنکو ملتی ہے اور وہ خدا تعالےٰ سے امر پاتے ہیں یعنے **مامور الٰہی**۔

بادشاہوں کے پاس حکومت ہوتی ہے وہ انتظامی امور میں تو پورا دخل رکہتے ہیں لیکن دینی امور کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ سچے اولو الامر وہی ہیں جنکے اتباع سے معرفت کی آنکہہ ملتی ہے اور انسان معصیت سے دور ہوتا ہے ان دونوں باتوں کا لحاظ اولو الامر میں رکہو۔ اگر کوئی شخص بادشاہ وقت کی بغاوت کرے تو اسکا نتیجہ اسکے لئے اچہا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ فتنہ کو پسند نہیں کرتا۔ اسیطرح پر مامور کی مخالفت کرے تو سلب ایمان ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت سے لازم آتا ہے کہ مخالفت کرنے والا خدا کی مخالفت کرتا ہے۔

سوال پہر اسوقت جو مولوی ہیں کیا انکو اولو الامر سمجہیں؟

جواب۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالےٰ کسی کی آنکہہ نہ کہولے آنکہہ کہلتی نہیں۔ ان لوگوں نے **دین** صرف چند رسوم کا نام سمجہہ رکہا ہے حالانکہ دین رسوم کا نام نہیں ہے ایک زمانہ وہ ہوتا ہے جبکہ یہہ باتیں محض رسم اور عادت کے طور پر سمجہی جاتی ہیں۔ یہہ لوگ اسی قسم کے ہو رہے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنکو نماز اور روزہ سکہایا گیا تہا انکا اور **مذاق** تہا وہ حقیقت کو لیتے تہے اور اسی لئے جلد مستفیض ہوتے تہے پہر مدت کے بعد وہی **نماز** اور روزہ جو اعلےٰ درجہ کی طہارت اور خدا رسی کا ذریعہ تہا۔ ایک رسم اور عادت سمجہا گیا۔ پس اسوقت ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اصل امر **دین** کو جو **مغز** ہے تلاش کرے۔ **یاد رکہو** انسان کو اللہ تعالےٰ نے **تعبد ابدی** کے لئے پیدا کیا ہے اسلئے اسکو چاہئے کہ اسی میں لگا رہے اس جہان کی جسقدر چیزیں ہیں۔ بیوی۔ بچے۔ احباب رشتہ دار مال ودولت اور ہر قسم کے املاک انکا تعلق اسی جہانتک

اس جہان کو چھوڑنیکے ساتھہ ہی یہ سارے تعلقات قطع ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالےٰ کا تو اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی اس کی ضرورت ہے اس لئے سچا تعلق اسی کے ساتھہ ہونا چاہئیے۔ کیونکہ **نجات ابدی** اسی کے ساتھہ وابستہ ہے جو خدا تعالےٰ کی معرفت۔ محبت اور صدق و وفاداری کے تعلق پیدا کرنے سے ملتی ہے۔ یہاں تک تو سب مذاہب متفق ہیں وہ نجات کا یہی ذریعہ سمجھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ یہہ باتیں حاصل کیونکر ہوں؟ یہی وہ مقام ہے جہاں سے مذاہب کا **تفرقہ** شروع ہوتا ہے۔ اب جس مذہب نے حصول نجات کے عمدہ وسایل پیدا کئے ہیں اور جو مذہب تاثیر۔ اور جذب اور کشش اپنے اندر رکھتا ہے وہ سچا ہے لیکن جس مذہب کے اندر وہ تاثیر اور جذب نہیں جسکی عملی تاثیروں کا کوئی نمونہ پایا نہیں جاتا وہ خواہ خدا تعالےٰ کو واحد ہی کہے لیکن جھوٹا ہے یہ توحید اسکی محض **قال** کے رنگ میں ہے **حالی** کیفیت اسمیں پائی نہیں جاتی۔ حالی کیفیت تو اسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ غیر کا وجود بالکل نابود ہو جاوے اللہ تعالےٰ ہی پر بہروسہ کرنے والا ہو اسی سے ہر ایک امید و خوف ہو۔ جب تک یہہ بات عملی طور پر پیدا نہ ہو نرے قال سے کچھہ نہیں بنتا مثلاً اللہ تعالےٰ کو واحد سمجھتا ہے پھر دوسرے سے بھی تعلق رکھتا ہے تو توحید کہاں رہی یا خدا تعالےٰ کو رازق مانتا ہے مگر کسی دوسرے پر بھی بہروسہ کرتا ہے یا دوسرے سے محبت کرتا ہے یا کسی سے امید اور خوف رکھتا ہے تو اس نے واحد کہاں مانا۔ غرض ہر پہلو سے اللہ تعالےٰ کو واحد ماننے سے **توحید حقیقی** متحقق ہوتی ہے مگر یہہ اپنے اختیار میں نہیں اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی ہستی پر کامل **یقین** سے پیدا ہوتی ہے۔

یک طرفہ خیال رفتہ رفتہ ضایع ہو جایا کرتے ہیں مثلاً ایک شخص خیال کرے کہ اس چوبارہ کے اندر آدمی ہے جب وہ بیدار ہو گا تو اسکو کھولے گا۔ لیکن جب اسپر دو دن چار دن مہینا دو مہینے یہاں تک کہ کئی برس گذر جاویں اور کوئی آواز نہ آوے نہ کھڑکا ہو۔ تو آخر اسے اپنا اعتقاد بدلنا پڑیگا اور خیال پیدا ہونے لگے گا کہ اگر اسکے اندر کوئی آدمی ہوتا تو ضرور بولتا معلوم ہوا کوئی آدمی ہے ہی نہیں۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ جو ان آنکھوں سے پوشیدہ ہے اسکی بابت بھی **طالب حق** چاہتا ہے کہ اسکا پورا پتہ لگے تاکہ ایمان ترقی کرے۔ ضرور ہے کہ اسکی قدرتوں کے عجائبات نظر آدیں۔ اسکی آواز بھی سنائی دے۔ اور اسکے سننے کا پتہ لگے۔ لیکن اگر کسی بات کا پتہ ہی نہیں چلتا تو پھر رفتہ رفتہ ایمان کمزور ہو کر انسان دہریہ ہو جائیگا۔

یہہ تو سب اہل مذاہب مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے اور ہماری دعائیں سنتا ہے مگر **میں** کہتا ہوں کہ وہ جسطرح سنتا ہے کیا یہہ ضرور نہیں کہ اسی طرح **بولتا** بھی ہو۔ اگر **بولتا** نہیں تو پھر اسکا سننا بھی باطل ہو گا اور پھر دوسرے صفات بھی باطل ہو جائیں گے۔

آریہ بھی اتنا تو مانتے ہیں کہ وہ سنتا ہے لیکن جب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ **سنتا** ہی ہے تو یہاں آکر خاموش ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیونکر مان لیا جاوے کہ اسکے کان تو ہیں مگر زبان نہیں یہ تو ادہورا **خدا** ہوا۔

سچا معلم اور **مذہب** وہی ہو سکتا ہے جو خدا تعالےٰ کی **ہستی** کا ثبوت دے۔ جو سننے کا ثبوت دیتا ہے وہ بولنے کا بھی دیتا ہے۔ اس معیار پر اگر صرف **اسلام** ہی ہے جو سچا ثابت ہو گا۔ آریہ کہتے ہیں کہ کسی قدیم زمانے میں بولتا تھا اب نہیں بولتا۔ مگر ہم کہتے ہیں اسکا کیا ثبوت ہے کہ پہلے بولتا تھا؟ ایسا ہی عیسائیوں کا بھی حال ہے وہ بھی اسبات کا ثبوت نہیں دے سکتے کہ خدا **بولتا** ہے۔

ہاں

ہم کہتے ہیں کہ جسطرح خدا کو دیکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے اور **سنتا** ہے اسی طرح ہم یقین رکھتے ہیں اور اپنے **تجربہ** سے کہتے ہیں کہ وہ **بولتا بھی ہے**۔

یہہ سچ ہے کہ اسکی آواز سننے کے لئے خود تمہارے کان بھی کھلے ہوئے ہونے چاہئیں اگر تم اپنے کان میں روئی دیدو گے تو ہرگز نہیں سن سکتے۔ یا آفتاب اور ماہتاب کے نور سے بھاگ کر کسی تہ خانہ میں چھپ جاؤ نور روشنی کیونکر آسکے گی۔ ہر چیز کے حصول کے لئے ایک قانون ہوتا ہے اگر کوئی اس قانون کو چھوڑ کر اور اس سے منحرف ہو کر اسے حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً آنکھہ کان میں جو قوتیں ہیں اگر ان سے کام نہ لے تو اثر نہیں رہتا اسی طرح پر خدا تعالےٰ نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ انسان اول اپنے دل کو پاک کرے اور نفسانی خواہشوں کی مخالفت کرے اس سے درمیانی گرد و غبار اٹھہ جائیگا۔ اور ثابت ہو جائیگا کہ اللہ تعالےٰ سنتا بھی ہے اور بولتا بھی ہے۔ جو لوگ عارف ہوتے ہیں انپر یہ باتیں کھل جاتی ہیں وہ اسی دنیا میں خدا تعالےٰ کے صفات کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ جو شخص ان صفات کو دیکھتا نہیں وہ صرف طوطے کی طرح رٹتا ہے۔ آریوں نے جو صفائی کی ہے وہ تو پہلے سے بھی گیا گزرا والا معاملا ہوا ہے اگر انصاف سے دیکھا جاوے تو زبانی لاف و گزاف کچھہ نہیں کر سکتی میں یقیناً کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے سارے دعوی باطل ہیں اسلئے کہ انکو روحانیت کی توفیق نہیں ملی ہے۔ جبکہ اس جہان کی کھڑکی نہیں کھلی وہ کیا دیکھے گا۔

پنڈت دیانند نے جو کچھہ بیان کیا ہے وہ نری اٹکل ہے جیسا ایک اندھا کسی کو ہاتھہ لگا کر اسکے متعلق بیان کرتا ہے اسی طرح سے انہوں نے کیا ہے محض اپنے مذہب کے تعصب کی جہالت سے کہا جو کچھہ کہا اسکو وہ آنکھیں نہیں تھیں جو وہ اس عالم کے عجائبات کو مشاہدہ کرتا۔ اسکو بالکل خبر نہیں کہ خدا کیا ہے؟ اور اس کے صفات کیا ہیں۔

یہہ بھی یاد رکھو کہ جس چیز کے صفات دور ہو جائیں تو وہ چیز بھی جاتی رہتی ہے پھول کیصورت نوعی بھی جاتی رہے گی جب اس کے خواص اور صفات نہوں اسیطرح آریوں کے قول کے بموجب پرمیشر کا وجود نہیں رہتا جبکہ یہ مان لیا جاوے کہ اسکے صفات نہیں کیونکہ وہ نہیں کہ سکتے کہ وہ کسی سے **بولتا** بھی ہے جب بولتا نہیں تو سننے پر کیا دلیل ہو گی اسیطرح **قدرت** بھی باطل ہوئی۔

خدا تعالےٰ کے صفات قدیم سے چلے آتے ہیں جب ایک صفت باطل ہوئی تو ممکن ہے کوئی دوسری بھی باطل ہو جاوے سچا مذہب وہی ہے جو **زندہ خدا** کو پیش کرے اور وہ **اسلام** ہے۔

ہمارے مخالف اسلام کا اقرار کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ **اسلام** کی اس قابل قدر خوبی سے انکار کرتے ہیں جب سے اسلام ہوا ہے اس میں ہمیشہ عملی نمونے رہے ہیں لیکن وہ انکار کرتے ہیں کہ **اب نہیں** افسوس!

فرمایا ایک اور بڑی خرابی ہوتی ہے کہ انسان میں علم ہو سمجھہ ہو پھر دنیا کے خیال اسپر غالب ہو جائیں تو اسطرح دینی سرگرمی نہیں رہتی وہ مردہ یا منافق ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس جماعت میں ملنے والا تو وہ ہو گا جو ہر قسم کے مصائب اور شدائد کا نشانہ بننے کو آمادہ ہو۔ لیکن محبت ہو تو سب کچھہ ہو سکتا ہے جیسے ایک مست اونٹ پر جسقدر بوجھہ چاہو لاد دو۔

فرمایا قوی القلب آدمی ہو تو یہی نہیں کہ وہ مخالفوں کے شور و شر سے امن پاتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ اس میں **جذب** اور **کشش** رکھدیتا ہے۔

کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکا مال و اسباب محفوظ رہے؟

یقیناً کوئی شخص نہیں ہو گا جو اس امر کا خواہشمند نہ ہو کہ اسکا مال و اسباب محفوظ رہے؟

حفاظت مال و اسباب کے لئے آپ ہمارے کارخانہ کے بنے ہوئے سٹیل ٹرنک منگوائیں جنکا ریویو ایڈیٹر الحکم نے بھی کیا ہے اور جو اپنی عمدگی مضبوطی اور خوبصورتی کیوجہ سے سرحد پر بھی جاتے ہیں لکڑی کے صندوقوں کے مقابلہ میں یہی ٹرنکس ہر طرح سے ہلکے پھلکے اور بہت زیادہ مضبوط اور پائیدار۔ نہ دیمک کا خطرہ نہ آگ کا اندیشہ سفر میں ہر طرح سے آسانی کے ساتھہ اسباب بند کر کے لیجا سکتے ہیں۔ چونکہ یہ احمدی بھائی کا کارخانہ ہے اسلئے آپ اسمیں کسی قسم کے تکلف اور ریاکاری کو انشاء اللہ نہ پائینگے جو آجکل کی تجارت کا جزو سمجھہ لیا گیا ہے جو لوگ ٹرنکوں کی تجارت کرتے ہیں وہ اکھٹے منگوائینگے تو ان کے ساتھہ خاص رعایت بھی کیجائیگی۔ مفصل فہرست درخواست کر کے کارخانہ سے منگوا لو درخواست کرتے وقت قریب کے ریلوی سٹیشن کا پتہ ضرور لکھو۔ بلٹی بذریعہ قیمت طلب روانہ کیجا دیگی۔ **تمام درخواستیں** بنام مستری محمد دین احمدی مالک کارخانہ یونیورسل ورکس سیالکوٹ شہر کے نام ہوئی چاہیئے۔

ایک عظیم الشان کامیابی اور فیاضی کی

زندہ مثال

یعنی ایکہزار روپیہ کی ہر ایک قسم کی کتابیں بالکل مفت

وہ کس طرح

آپ آخر اگست ۱۹۰۵ء تک اپنی درخواستیں ہمارے دفتر میں بھیجدیں ہم آپ کو ایکروپیہ کی کتاب صرف ایک آنہ کا ٹکٹ برائے محصول آنے پر **مفت بھیدینگے** جس قسم کی کتاب کی ضرورت ہو اوسکا نام خط میں تحریر کر دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ قیمت اوس کتاب کی ایکروپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ آخر جولائی ۱۹۰۵ء کے بعد کوئی درخواست قابل شنید نہ ہو گی سلسلہ روانگی کتب ۱۵-اگست سے شروع ہو گا **طالب علموں** کے لیے خصوصاً و دیگر کتابی شوقوں کے لئے عموماً یہ ایک نادر موقعہ ہے درخواست ہو بنام

نذیر اینڈ کو کشمیری بازار لاہور

آخر جولائی ۱۹۰۵ء تک قیمت نصف

یہ گھڑی کلائی پر باندہی جاتی ہے اسکا ڈائیل پھولدار خالص چینی کا ہے جیب میں بھی رکھ سکتی ہے دیکھنے میں عمدہ کم معلوم ہوتا ہے... فروخت ہو چکی ہیں بڑی پختہ و پائیدار ہیں قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ حمید سٹور ہدنگ کشمیری بازار لاہور

راسکوپ سسٹم واچ جو بہایت پختہ و پائیداری میں ہے قیمت صرف [illegible]

مراسلات

زلزلة الساعة

الحکم کے معزز ناظرین سراج الاخبار کے نام سے واقف ہونگے ۔ یہ وہی اخبار ہے جسکے قابل ایڈیٹر و معزز نامہ نگار کو برادرم شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے مقدمہ مین جرمانہ ہو چکا ہے اب یہی نامہ نگار مولوی محمد کرم الدین صاحب اسکے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہین ۔ مولویصاحب ہر ہفتہ سید المعصومین خاتم الخلفاء علیہ التحیة والثناء کے بارے مین کچھہ نہ کچھہ گلفشانی کر دیا کرتے ہین چنانچہ ۱۰ر جولائی کے پرچے مین ایک نظم چھپوائی ہے جسمین یہ لکھا ہے کہ مرزا جی زلزلہ کے خوف سے باہر بھاگ گئے ۔ اور پھر جب حسب وعدہ زلزلہ آیا تو نادم ہو کر گھر چلے آئے ۔ اگر مکذبین کے لئے زلزلہ تھا تو ان نولیا خوف نہتھا جو باہر نکلے ۔ اخیر مین ایک بڑا بھاری افترا و بہتان باندہا ہے کہ آپ کی واپسی بیت کی ناراضی سے ہوئی مین بڑا تعجب کرتا ہون کہ یہ لوگ کوئی اتہام لگاتے ہوئے کیون خداتعالے سے نہین ڈرتے ۔ آخری شعر سے پہلا شعر ایسا فحش ہے کہ مجھے حیرت ہے ایک مولوی متقی کے قلم سے نکل کیونکر گیا ۔ مین اسے نقل کرکے الحکم کے پاک کالمون کو ملوث نہین کرنا چاہتا ۔ یہ نظم میرے ایک دوست نے فخریہ دکہائی ۔ چونکہ اس کے ناظم کو سلسلہ احمدیہ سے ایک خاص تعلق تھا کیونکہ ان کا وجود ایک عظیم الشان نشان بلکہ کئی نشانون کے دکہانے کا موجب ہوا ۔ اسلئے مین سمجھتا ہون کہ وہ میرے آقا کی صداقت کے اظہار کے موجب ہوئے ۔ اور اسی خیال سے مین اسکا جواب لکھتا ہون امید ہے تحمل سے خدا ترس ہو کر دیکھا جائیگا ۔ وان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ مخفی نہ رہے کہ مین نے اس دوست کے سامنے اس نظم کا جواب ترکی بترکی شروع کر دیا تھا ۔ پس بوجہ عجلت فروگذاشت قابل درگذر ہے ۔ وہ نظم یہ ہے ۔

(ناچیز احمدی گجراتی از کوٹلی ضلع گجرات)

نظم

حضرت جو گھر کو چھوڑ کے جنت مین چلتے ہین
با آدم اسکو امت کی صحت جتاتے ہین
ہے کیسی اعلےٰ قوت قدسیۂ امام ؑ
دنیا مین تابعین کو جنت دکہاتے ہین
مامور ہین خدائے عزیز و حکیم کے
جو حکم آتا ہے وہی سب کو سناتے ہین
ڈرتے نہین ملامت خلقت سے زینہار
بلکہ وہ اپنی قوم کو ہر دم ڈراتے ہین
کہتے ہین باز آؤ بھی فسق و فجور سے
ورنہ فرشتے زلزلہ اک سخت لاتے ہین
چھوڑینگے گر نہ شوخی شرارت کو یہ عباد
دم بھر مین دیکھہ لین سبھی کچلے جاتے ہین
فرمایا ہے خدا کہ نہین بھیجتے عذاب
جبتک نہ لوگ شوخیان بیحد دکہاتے ہین
اور نیز ہم عذاب نہ بھیجینگے زینہار
جبتک نہ اک نبی کے ذریعے ڈراتے ہین

گھر سے نکلنا حکم خداوند سے ہوا
نادان کس خیال سے یہ غل مچاتے ہین
گر یہی بزدلی ہے تو پھر سارے ہی رسول
اس طرح بزدلی کا نمونہ دکھاتے ہین
حیرت ہے آپ بھول گئے لوطؑ کا وہ حال
جب راتون رات بستی سے بستر اٹھاتے ہین
طوفان وا بہ دیکھہ کے ہوتا تھا چہرہ زرد
کیا بزدلی یہ ختم رسل کی بتاتے ہین
دیکھو نہ اعتراض کر دالیا تم کوئی
اور انبیاء جسکے نشانے مین آتے ہین
ہے تو مکذبون کے لئے ہی یہ زلزلہ
پر اہل حق بھی خوف خداوند کہاتے ہین
وہ ذات بے نیاز ہے جو چاہے کرتا ہے
اسکے مقابلے مین تو گستاخ آتے ہین
ہر اک مین کچھہ نہ کچھہ تو ہوا کرتا ہے قصور
اپنے کئے کی سب ہی سزا سخت پاتے ہین
آنے لگا عذاب تو نکلے تھے لوطؑ کیون
آپ ان کے حق پہ ہونے مین کچھہ شبہ لاتے ہین
کیا انمین پاکبازی نہ تھی ؟ بولئے جناب!
یونسؑ کی طرح کس لئے پھر بھاگ جاتے ہین
ان کو بھی کہنا تہا کہ اگر موت آ گئی
تو پھر یہ حیلے مرنے سے کیونکر بچاتے ہین
جانا وہان گنہ ہے جہان آگ جلتی ہو
جو جانتے ہین بدن کو وہ اپنے جلاتے ہین
بس یہ ہی تہا ہمارے نکلنے کا بھی سبب
نادان ہین جو اسپہ تمسخر اڑاتے ہین
تابع ہین جان و دل سے جب اپنے امام کے
ہم اپنے ڈیرے اسلئے باہر لگاتے ہین

ماعجبه نکلتا ہے ان کی زبان سے
کیون کافرون کی بولی زبانون پہ لاتے ہین
کس نے سکہائی شوخی مری پیاری قوم کو
اللہ کے عذاب کو جلدی بلاتے ہین ۔
لولا اجل جواب ہے یستعجلون کا
قرآن پاک سے یہی آیت سناتے ہین
قہار کے عذاب کی سنکر کوئی خبر
جو ہین سعید وہ تو بڑے کانپ جاتے ہین
لیکن یہ کیسے لوگ ہین ڈرتے نہین ذرا
بلکہ بڑی دلیری سے باتین بناتے ہین

کوئی بھی وقت اس کا مقرر نہین کیا
پھر کیون "نہ آنے" کی یہ دہائی مچاتے ہین
کیون جلدی کر رہے ہو کرو یاد وقت نوحؑ
جب آپ حکم باری سے کشتی بناتے ہین
اور قوم ٹھٹھے کرتی ہے بوڑھے کو کیا ہوا
پھر اسکے بعد جلد ہی سب ڈوب جاتے ہین
پہلے ہی یہ خدا کے نبی نے تھی دی خبر
آئیگا جب کہ لوگ اسے بھول جاتے ہین
ٹھٹھے کرینگے بیکہ ۔ نہین آیا وہ عذاب
الہام جھوٹے میرزا صاحب سناتے ہین
یا ہر رہے تھے آپ اسی انتظار مین ۔
تا کچھہ خبر مزید گھڑی والی پاتے ہین
جب موسم بہار مقرر ہوا تو پھر
جلدی کو حضورؑ ٹٹ کے لپٹنی مین آتے ہین
جو پوچھتے ہین لوگ کہ یہ وعدہ ہوگا کب
ان کو ہم ایک آیت قرآن سناتے ہین
دیکھین وہ "ملک" علم ہے اسکا خدا ہی کو
اور مین تو ہون نذیر جو پہلے ڈراتے ہین

سن لو وہ زلزلہ تو ضرور آئیگا ضرور
اچھے ہین جو ابھی سے تضرع دکہاتے ہین
مہلت کو سمجھو رحمت رب رحیم ہے
دانا ہین جو وہ نیکیان اسمین کماتے ہین
اور بدنصیب اور بھی کرتے ہین سرکشی
اپنے تئین لعنت حق مین بڑھاتے ہین
دیتے ہین روز گالیان ظل رسولؐ کو
کس منہ سے پھر امید شفاعت کی لاتے ہین
یا رب ہماری قوم کو فہم سلیم دے
تیری جناب پاک مین ہم سر جھکاتے ہین

(احمدی گجراتی از کوٹلی ضلع گجرات)

ایک رؤیا معہ تعبیر

مکرمی و معظمی جناب شیخ صاحب ۔ سلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

دو ڈہائی ماہ کا عرصہ ہوا ۔ ہے کہ مین آپ کو کوئی خط نہین لکھہ سکا جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ مین اس عرصہ مین کئی ایک پریشانیون کا نشانہ بنا رہا ہون کہ جن مین سے فی الحال ایک کا ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہون ابھی تہوڑے ہی دن ہوئے ہین کہ مین نے رات کو بحالت خواب دیکھا تھا کہ پولیس کے چند آدمی میرا اور میرے بعض متعلقین کے نام لکھہ رہے ہین جو صبح اٹھتے ہی مین نے گھر کے لوگون کے علاوہ دفتر کے چند آدمیون کو بھی مطلع کر دیا اور مین نہایت حیران تھا کہ پردہ غیب سے معلوم نہین کیا ظہور پذیر ہونے والا ہے آخر سات آٹھہ روز کے بعد ایک شخص نظام الدین نامی نے اپنے علاقہ کے تھانہ مین رپورٹ کر دی کہ میرا دو سو روپیہ کا جوزیور کہو یا گیا ہے اوس کے چرانے والے یہی لوگ ہین ۔ پھر جب مجھے اس رپورٹ سے اطلاع ہوئی تو مین نے بارگاہ ایزدی مین نہایت عاجزانہ دعائین کین ۔ کہ اے خدائے کریم چونکہ میرا اس معاملہ سے محض بے خبر ہونا تجھپر بخوبی روشن ہے اسلئے تو مجھہ بے قصور کو اس کش مکش اور پریشانی سے بچالے ۔

اب مین خداوند کریم کا لاکھہ لاکھہ شکریہ ادا کرتا ہون کہ جو رپورٹ میرے خلاف لکھی گئی تھی وہ بالکل بے بنیاد ثابت ہو چکی ہے اور مجھہ مسافر کو کسی نے پوچھا تک نہین ۔ ہان رپورٹر کے ساتھہ جو ہوا ہے وہ ہمارے مخالفین کے لئے واقعی قابل عبرت ہے ۔ تعجب ہے کہ جس قسم کے الزام مین وہ مجھے مبتلا کرنا چاہتا تھا اوس مین وہ خود ہی پھانسا گیا ہے اور اب ملازمت سے برطرف ہو کر چاہ کندہ را چاہ درپیش کے مقولہ کو سچا ثابت کر رہا ہے ۔ مگر مخالفین اپنی زیادتیون سے پھر بھی باز نہین آتے غالباً آپکو بھی معلوم ہوگا کہ بریلی مین سلسلہ احمدیہ کے ممبرون کو وہان کے مخالف مولویون نے از حد تنگ کر رکھا ہے جس پر میرے شیخ محمد عبد العزیز صاحب ایڈیٹر روہیلکھنڈ گزٹ بریلی کو ایک مفصل کارڈ کے ذریعہ اطلاع دی کہ آپ اپنے معزز اخبار کے ذریعہ اپنے ہان کے مولویون کے خلاف قرآن کی اصلاح کر دین تو باعث مشکوری ہوگا مین نہین سمجھہ سکتا کہ انہون نے میرے کارڈ کا تذکرہ کرنا پسند نہین کیا ۔ ان مولویون کے اخبار ذوالقرنین نے بریلوی مولویون کو خوب ہی متنبہ کیا ہے کہ ان کو وہ خطرناک اشتہار کا شائع کرنا اور دشنام دہی کی عادت کو ترک کر دین لیکن ان مولویانہ وراثت کو دفعتاً چھوڑنا مشکل سمجھتے ہوئے جناب یکم اگست کے روہیلکھنڈ گزٹ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مکرمی حافظ سید یعقوب حسین صاحب ملازم ریلوی اسی مخدوش حالت مین جو انہے ایک مختصر سے مضمون بعنوان فریاد مین لکھتے ہین کہ وہ ہمکو گھر سے باہر نکلنا دشوار ہو رہا ہے جسکو سنکر ہوتے ۔

نوٹ ۔ یہ وہی الہام ہے جو چھبیس برس کا ہو چکا تھا اور یہ پیشگوئی اب پوری ہوئی ہے اسکے متعلق دیکھو میرا مضمون بدر مین ۔